اور منشی صاحب کے متعلق غالب کے دل میں جو اثر متواتر نمایاں اور ممتاز رہا وہ یہی ان کی سخن فہمی کے متعلق تھا۔"

مرزا غالب خواہ مفصل تحسین کے خط سے متاثر ہوئے ہوں خواہ منشی صاحب کی زبانی مدح وستایش سے۔ لیکن یہ امر مسلمہ ہے کہ غالب نبی بخش حقیر کی سخن فہمی اور سخن سنجی کے قائل اور مداح تھے اور غالب نے اپنے کسی دوست یا ہم عصر کی سخن سنجی اور سخن فہمی کی اتنی تعریف نہیں کی۔

مرزا غالب جب تاریخ ثمر یہ لکھ رہے تھے تو بڑے اہتمام کے ساتھ ہر جز و منشی صاحب کے پاس بھیجتے اور خاطر خواہ داد لیتے ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

"ہائے ہائے داد دینا اگر کس حال میں ہوں اور کیا نثر لکھ رہا ہوں۔ سچ تو یوں ہے کہ بڑا بے جا ہوں۔ ہمایوں کا حال جواب دیکھو گے تو پچھلی نثروں کو بھول جاؤ گے۔ حالانکہ ان نثروں نے پنج آہنگ کی نثریں بھلا دی ہوں گی ؎

در جنوں بیکار نتواں زیستن آتشم تیز است و داماں می زنم"

نبی بخش حقیر مرزا صاحب سے تازہ کلام بھی منگواتے رہتے تھے۔ ایک بار حقیر نے مرزا صاحب سے شکایت کی کہ آپ نے عید کا قصیدہ نہیں بھیجا۔ مرزا صاحب نے جواباً لکھا۔

"آپ خاطر جمع رکھیں جب تک وہ آپ کے پاس نہ پہنچ لے اور آپ اس کو نہ دیکھ لیں تب تک خود میرا دل خوش نہ ہوگا ؎

وائے بر جانِ سخن گر بہ سخنداں نہ رسد"

ایک اور جگہ لکھتے ہیں۔

"میرا تو یہ حال ہے کہ جب تک تمہارے پاس نہ بھیج لوں مجھ کو چین نہیں آتا تم کو سخن فہم جانتا ہوں۔ رات کو ایک غزل کہی۔ کئی برس کے بعد۔ خدا کے واسطے غور کرنا۔ غزل

اس کو کہتے ہیں۔ عید کی مثنوی صرف روپے بچانے کیلئے تھی ورنہ چار روپیہ نذر کرنے پڑتے۔ جب مسودہ میں نہ رکھوں تو حضرت کو کیا بھیجوں"۔

منشی نبی بخش حقیر کو مرزا صاحب کی کسی بندش، ترکیب یا کسی بیت کے معنی میں تامل ہوتا تو مرزا صاحب کو صاف صاف لکھ بھیجتے اور مرزا غالب بھی بخوشی اس کا جواب دیتے اور تشریح فرماتے مرزا صاحب اپنے خطوط میں کبھی فارسی قصائد کے اشعار کبھی اردو غزلیات کے اشعار کی تشریح کرتے نظر آتے ہیں۔ کبھی کوئی فن عروض کا نکتہ بیان کرتے ہیں۔ مرزا ایک جگہ لکھتے ہیں :-

"بھائی صاحب۔ یہ آپ کے جی میں کسی نے شبہ ڈالدیا کہ گریاں اور افشاں کو آپ نے ایطا تصور کیا۔ بات کو طول دیتا ہوں اور مفصل لکھتا ہوں۔ ۔ ۔ ۔ "

مغاں شیوہ بانواں کی ترکیب میں منشی نبی بخش حقیر کو تامل ہوا ہوگا۔ مرزا صاحب جواب میں تحریر فرماتے ہیں :-

"بانو بادشاہ کی بی بی کو کہتے ہیں اور الف نون جمع کا ہے۔ مغاں شیوہ کی وہ ترکیب ہے جو گل رخسار اور مہ جبیں کی ترکیب ہے۔ یعنی وہ جس کا رخسار مانند گل کے ہے اور پیشانی چاند کی سی ہے اور شیوہ مغوں کا سا ہے . . . .

قصہ مختصر مغاں شیوہ اس محبوب کو کہتے ہیں کہ جو ہنگامہ گرم اور شوخ اور شیریں حرکات اور چالاک ہو۔ مغاں شیوہ بانواں۔ مغاں شیوہ دلبراں۔ مغاں شیوہ شاہداں خواہی جمع خواہی یہ انفراد ترکیب مقلوب ہے۔ یعنی بانوئے مغاں شیوہ یا بانوانِ مغاں شیوہ قس علیٰ ہذا اور الفاظ"

پنڈت جوالا ناتھ صاحب نے منشی حقیر صاحب کی معرفت مرزا صاحب سے کچھ تاریخی حلوہ کیں۔ مرزا صاحب نے جہاں جواباً لکھا کہ

" ما قصۂ سکندر و دارا نہ خواندہ ایم   از ما بجز حکایتِ مہر و وفا مپرس

وہاں نیر رخشاں کی فنِ تاریخ میں مہارت اور نظم و نثر کی تعریف کی۔ گو ہر سخن کا یہ جوہری نیر رخشاں کی نظم و نثر دیکھنے کے لئے بیتاب ہو گیا ہو گا اور مرزا کو لکھا ہو گا کہ ان کی کچھ نظم و نثر بھیجدیں۔ مرزا غالب نے تعمیلِ ارشاد کے طور پر نیر رخشاں کی کچھ غزلیات اور وہ فارسی اندوہگیں نامہ جو نیر نے مرزا زین العابدین خاں عارف کی بیوی کی وفات پر تعزیت میں لکھا تھا بھیجدیا۔

حقیر کو اردو شعر گوئی کا بھی شوق تھا اور اپنی غزلیات مرزا صاحب کے پاس اصلاح کے لئے بھیجتے تھے۔ مرزا اصلاح کے بعد واپس کر دیتے۔ مندرجہ ذیل شعر حقیر کا مرزا کو بہت پسند آیا ؎

بڑھ گئی توقیر میری امتناعِ دخل سے   اٹھ کھڑے ہوتے ہیں مجھکو ان کے درباں دیکھکر

مرزا لکھتے ہیں۔

" بھائی صاحب یہ شعر کس کا ہے۔ ہاں اور کس کا ہو گا، یا میرا یا میرے بھائی کا، واللہ کیا شعر ہے یہ ایک روشِ خاص ہے۔ ہر کوئی اس کو نہیں جانتا۔"

دستنبو کی طباعت کے اہتمام میں مرزا منشی نبی بخش حقیر پر بہت بھروسہ کرتے تھے۔ مرزا تفتہ اور مرزا حاتم علی خاں مہر کو بھی اس کام میں شریک کیا گیا تھا۔ مرزا کی آرزو تھی کہ کتاب بہت اچھی چھپے۔ تصحیح و ترمیم کرنا منشی صاحب ہی کے سپرد تھا۔ تفتہ کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔

" بھائی نبی بخش سے نثر کے دو فقرے جس عمل پر کہ ان کو بتائے ہیں ضرور لکھوا دینا۔ کاپی کی تصحیح کا ذمہ بھائی کا ہو گیا ہے۔"

مرزا کو ان کی تصحیح پر اطمینان بھی تھا۔ مرزا تفتہ کو ایک اور جگہ لکھتے ہیں۔

" بھائی مجھ پر مہربان اور حسنِ کلام کے قدردان ہیں۔ اس کی تصحیح میں بے پروائی کریں گے تو کیا میری تضیع کے روادار ہوں گے۔

مرزا کو حکام کے پیش کرنے کے لئے چند مجلد نسخے درکار تھے۔ یہ کام منشی نبی بخش حقیر کے بیٹے منشی عبداللطیف کے سپرد کیا گیا تھا۔ مرزا تفتہ کو لکھتے ہیں۔

"چھ جلد ان کی آراستگی کا ذمہ برخوردار عبداللطیف کا کردو۔ میری طرف سے دعا کہو اور کہو کہ میں تمہارا بوڑھا اور مفلس چچا ہوں۔ تصحیح بھائی کریں۔ تزئین تم کرو۔"

لیکن جلدوں کی تزئین کا کام منشی عبداللطیف کسی وجہ سے نہ کر سکے اور یہ کام مرزا حاتم علی مہر کے ہاتھوں انجام پایا۔ مرزا تفتہ کو لکھتے ہیں:۔

"بظاہر منشی عبداللطیف نے پہلوتہی کی۔" "اب تم جلد ہائے کتاب کے باب میں برادر زادہ سعادتمند کو تکلیف نہ دو۔ مولانا مہربان کو اختیار رہے۔"

مرزا کو طب میں بھی بڑی دستگاہ حاصل تھی اور انھوں نے خطوط میں جگہ جگہ لوگوں کو طبی مشورے دیئے ہیں۔ نبی بخش حقیر بھی جب بیمار ہوئے تو ان کو پانی مدبر کرکے استعمال کرنے کا مشورہ دیا اگر یہ معلوم ہوا کہ منشی عبداللطیف اور منشی حقیر کی چھوٹی لڑکی زکیہ بیگم کی طبیعت خراب ہے تو منشی صاحب کو لکھا۔

"حال منشی عبداللطیف اور زکیہ کا معلوم ہوا گرمی کا موسم ہے میں جانتا ہوں ان دونوں کو زہر مہرہ کا استعمال مفید ہوگا کبھی کبھی شربتِ نیلوفر میں گھس کر پلا دیا کریں اور چاٹ لیا کریں۔"

مرزا صاحب منشی صاحب کے تمام بچوں سے بہت محبت کرتے تھے لیکن انھیں سب سے زیادہ محبت منشی صاحب کی چھوٹی لڑکی زکیہ بیگم سے تھی۔ یہ لڑکی بھی مرزا صاحب سے بہت مانوس تھی۔ جب کبھی گھر میں کسی سے لڑتی تو کہتی کہ میں مرزا صاحب کہاں چلی جاؤں گی۔ ایک بار زکیہ بیگم کی آنکھیں دکھیں تو مرزا صاحب نے کہا۔

"یارب میری زکیہ بیگم کی آنکھیں اچھی ہوگئی ہوں۔"

جب یہ لڑکی بڑی ہوگئی تو منشی صاحب کو ایک خط میں اس لڑکی سے مخاطب ہو کر لکھتے ہیں۔

"کیوں بھئی، اب ہم اگر کول آئے بھی تو تم کو کیونکر دیکھیں گے؟ کیا تمہارے ملک میں بھتیجیاں چچا سے پردہ کرتی ہیں؟"

منشی نبی بخش حقیر اور غالب کے تعلقات کا خاتمہ منشی صاحب کی وفات کے ساتھ ہوا۔ تاریخِ وفات تو نہیں معلوم لیکن مرزا غالب نے جو منشی صاحب مرحوم کی وفات پر قطعہ تاریخ لکھا ہے اس سے سالِ وفات ۱۲۷۷ھ نکلتا ہے۔ قطعۂ تاریخ یہ ہے:-

شیخ نبی بخش کہ با حسن خلق　　داشت مذاقِ سخن و فہم تیز

مرگِ ستم پیشہ امانش نداد　　کیست کہ با مرگ بسیچد ستیز

سالِ وفاتش ز پئے یادگار　　بادلِ زار و مژہ دجلہ ریز

خواستم از غالبِ آشفتہ سر　　گفت مدہ طول و بگو رستخیز

(۱۲۷۷)

مرزا صاحب نے لفظ رستخیز سے تاریخ نکالی ہے مرزا صاحب قطعاتِ تاریخ لکھنا مستحسن سمجھتے تھے یہ قطعہ منشی قمر الدین خاں کو مرزا تفتہ کے اصرار پر لکھ کر بھیجا تھا مرزا تفتہ کو ایک جگہ لکھتے ہیں:-

"رستخیز کیا پاکیزہ معنی دار لفظ ہے اور واقعہ کے مناسب۔ اگر تاریخ ولادت یا تاریخ شادی میں یہ لفظ لکھتا تو بے شبہ نامستحسن تھا۔ قصہ مختصر اگر تاریخ کی فکر موجبِ ادائے حقِ مودت ہے۔ تو میں حقِ دوستی ادا کر چکا"

ہمیں افسوس ہے کہ ہم اس چھوٹے سے مضمون میں منشی نبی بخش حقیر پر بحیثیت نقادِ غالب کے زیادہ روشنی نہیں ڈال سکتے تھے لیکن غالبیات کا مطالعہ کرنے والے ان ہی ایک دو اشاروں سے جو اس مضمون میں پیش کئے گئے ہیں اندازہ لگالیں گے کہ منشی نبی بخش حقیر نقادینِ غالب میں کسی سے کم مرتبہ نہیں رکھتا۔ اور مرزا صاحب کے باہمی تعلقات منشی نبی بخش حقیر کی نکتہ رسی اور سخن سنجی ہی کے باعث تھے۔

امیر شریعت مولانا شاہ الحاج محمد محی الدین قادری پھلواری رحمۃ اللہ علیہ

از جناب عون احمد صاحب

مولانا ۳۰ ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ میں اپنے آبائی وطن پھلواری شریف میں پیدا ہوئے۔ فنِ تجوید اور ابتدائی درسیات اپنے والد بزرگوار امیر شریعت اول مولانا شاہ محمد بدرالدین قادری قدس سرہٗ سے پڑھیں اور بقیہ درسیات مولانا عبداللہ صاحب رام پوری نقشبندیؒ سے۔ تحصیلِ فراغ مولانا عبدالرحمن صاحب ناصری گنجی سے ہوئی جو حضرت عبدالعزیز امروہوی کے شاگرد تھے۔

۱۱ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں فاتحہ فراغ ہوا جس میں مولانا عبداللہ صاحب رام پوری، مولانا منیرالدین صاحب الہ آبادی، مولانا عبدالوہاب صاحب الہ آبادی، مولانا عبدالحمید صاحب عظیم آبادی۔ مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواروی اور دیگر علمائے وقت نے شرکت کی تھی۔ فنِ طب مولوی حکیم وارث حسن صاحب منیری سے حاصل کیا اور اس فن میں بھی خاص عبور رکھا مگر دوسرے اہم مشاغل نے اس کی طرف باقاعدہ متوجہ ہونے کا موقع نہ دیا۔

تحصیلِ فراغ کے بعد ہی سے تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تھا جو ایک مدت تک جاری رہا اور جس سے بہتیرے لوگوں نے علمی فیض حاصل کیا۔ ہر دور میں علماء دو طرح کے ہوا کئے ہیں، ایک وہ جن کا محبوب مشغلہ صرف تدریس رہا ہے۔ دوسرے وہ جنھوں نے اور دینی مشاغل کے ساتھ تدریس کا سلسلہ بھی رکھا، ظاہر ہے کہ ایسے حضرات جو تدریس کے علاوہ اور دینی مشاغل بھی رکھتے ہوں

ان کا پورا وقت تدریس پر صرف نہیں ہو سکتا، یہی وجہ ہے کہ ہمارے حضرت سے علمی فیض حاصل کرنے والے تو بہت ہیں مگر ایسے لوگ جنھوں نے اپنی درسیات اُن سے تمام کی ہوں بہت کم ہیں۔

علمی تبحر اور فنی مہارت محتاج بیان نہیں اگلے دور کے علمار کے نمونہ تھے اور انھیں جیسی بالغ استعداد رکھتے تھے۔ کسی موضوع پر کوئی مستقل تصنیف تو نہیں ہے مگر مکاتیب اور بیانات کو دیکھنے سے علمی تبحر کا پورا اندازہ ہوتا ہے مختلف سوالات کے سلسلہ میں جو جوابات تحریرًا یا تقریرًا دیئے گئے وہ بھی اس اندازہ کے لئے کافی ہیں۔

طبیعت چونکہ سلیم پائی تھی اس لئے ہر مسئلہ کو منقح کرکے بیان کرنے کا ملکہ تھا، گفتگو اور تقریر نہایت صاف اور سلجھی ہوئی ہوتی تھی، اندازِ بیان بہت ہی مؤثر تھا۔

ابتدائی دور میں تقریر کے مواقع اکثر آئے اور نہایت ہی مدلل و پُر مغز تقریریں کی گئیں۔ تحریکِ خلافت کے موقع پر حضرت خلافت کانفرنس آرہ کے صدر منتخب ہوئے تھے جس میں بہترین تقریر فرمائی تھی اور دربھنگہ میں جمعیۃ علمار صوبہ بہار کے سالانہ اجلاس کی صدارت فرمائی تھی جس میں نہایت عالمانہ خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ اس کے علاوہ بھی اس دور کے متعدد علمی وسیاسی جلسوں میں تقریریں کی گئی تھیں۔ تقریروں کے سلسلہ میں زیادہ تر مولانا ابو المحاسن محمد سجادؒ نائب امیر شریعتؒ کی معیت رہی۔ افسوس کہ اس وقت وہ بھی اس عالم میں تشریف نہیں رکھتے ورنہ وہ اس کے شاہدِ عدل ہوتے۔

ماہ صفر ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۴ء میں اپنے والد بزرگوار امیر شریعت مولانا شاہ محمد بدر الدین قادری قدس اللہ سرہ کے وصال کے بعد آپ سجادہ مجیبیہ پر بٹھائے گئے۔ جس موقع پر اس وقت کے تمام متعدد مشائخ نے شرکت کی تھی۔ آپ کو بیعت اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے تھی، اور ان سے باطنی تعلیم کی تکمیل کرکے ۱۳۲۸ھ میں تمام سلاسل و مرویاتِ حدیث کے مجاز ہوگئے تھے